39

# قحط اور مصائب کے دنوں میں جو دین کی خاطر قربانی کرتے ہیں وہی خدا تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں

# تحریک جدید ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا ادارہ ہے۔ جب تک قوم زندہ رہے گی یہ اس کے ساتھ وابستہ رہے گا

(فرمودہ 5 دسمبر 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے گزشتہ جمعہ تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کیا تھا اور ساتھ ہی جماعت کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ تحریک جدید ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا ادارہ ہے۔ جب تک قوم زندہ رہے گی یہ ادارہ قوم کے ساتھ وابستہ رہے گا۔ اور جب افراد میں زندگی منتقل ہو جائے گی یعنی جماعت کے کچھ افراد مُردہ ہو جائیں گے اور کچھ زندہ رہیں گے تو یہ ادارہ زندہ افراد کے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ اسلام کی گزشتہ تاریخ میں جہاں مسلمانوں سے بعض بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں وہاں ایک اہم ترین غلطی اُن سے یہ ہوئی کہ تبلیغ کو انفرادی فرض سمجھ لیا گیا۔ بے شک مسلمانوں میں مبلغ رہے۔ گزشتہ صدیاں تو الگ رہیں قریب کے زمانہ تک بھی مسلمانوں میں مبلغ رہے بلکہ اِس زمانہ تک رہے جس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اس میں اسلام مٹ گیا اور مسلمانوں پر موت طاری ہوگئی اِس میں بھی خدا تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے تھے جو زندہ

تھے اور تبلیغِ اسلام کے فرض کو ادا کرنے میں خوشی ، رغبت اور لذت محسوس کرتے تھے۔ پہلی صدی کو تو جانے دو جب ہر مسلمان ہی ایک مبلغ تھا۔ دوسری صدی کو بھی جانے دو۔ تیسری صدی کو بھی جانے دو۔ چوتھی ، پانچویں ، چھٹی اور ساتویں صدی کو بھی جانے دو۔ جب تبلیغ کرنے والے اور اس کا انتظام کرنے والے بڑے اہم آدمی تھے۔ ان کے بعد کی صدیوں کو بھی جانے دو۔ جب تبلیغ نہایت محدود دائرہ کے ساتھ وابستہ رہ گئی تھی لیکن پھر بھی لوگ دوسرے ملکوں میں جاتے تھے۔ میں تو تیرھویں صدی کے متعلق کہتا ہوں بلکہ چودھویں صدی کی ابتدا کے متعلق کہتا ہوں جب بظاہر مسلمانوں پر موت آ گئی کہ اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے ایسے بندے موجود تھے جو اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ مثلاً مغربی افریقہ ہے۔ اس میں اسلام بہت قریب کے زمانہ میں پھیلا ہے۔ یعنی اس ملک میں تبلیغ 60، 70 یا 100 سال کے اندر ہوئی ہے۔ بالعموم بربری، شامی اور سوڈانی لوگ وہاں گئے اور انہوں نے اسلام کی تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے۔

پس انفرادی حیثیت سے مسلمانوں میں آخر تک تبلیغ ہوتی رہی ہے گو محدود ہوئی ہے۔ لیکن اجتماعی رنگ میں تبلیغ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی قریباً مفقود ہو گئی کیونکہ خلفاء اُن جنگوں میں جو عیسائیوں اور زرتشتیوں کے خلاف لڑی گئیں اِس قدر اُلجھ گئے کہ اُس وقت جہاد اور تبلیغ دونوں کو ایک سمجھ لیا گیا اور خلفاء کے بعد مسلمانوں پر جمود طاری ہو گیا۔ وہ دنیوی شان و شوکت اور ترقیات کو اپنا منتہائے مقصود سمجھ بیٹھے اور تبلیغ کی اصل روح کو بھول گئے۔

پس انفرادی طور پر اسلام میں نہایت عظیم الشان لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے تبلیغِ اسلام کے فرض کو اچھی طرح ادا کیا۔ افغانستان میں مسلمان پھیل گئے، افریقہ میں وہ گئے اور وہاں تبلیغ کی۔ وہ چین، جاپان، انڈونیشیا اور ہندوستان میں آئے اور یہاں اسلام کی تبلیغ کی اور لاکھوں لوگ اُن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔ غرض انہوں نے تبلیغ کی اور بڑی شان سے تبلیغ کی۔ لیکن یہ انفرادیت تھی اجتماعیت نہیں تھی۔ حالانکہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [1]۔ یعنی تم میں ہمیشہ ایک ایسی امت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور انہیں نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور امت کے معنی ایسی ہی جماعت کے ہیں جو اپنے اندر نظم رکھتی ہو۔ چونکہ امت اور امام ایک ہی مادے سے نکلے ہیں اس لئے درحقیقت امت وہی ہے جو اپنا مرکز رکھتی ہو۔ جب وہ مرکز سے نکل جائے گی ہم اسے امت نہیں کہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو امتِ محمدیہ کہتے ہیں۔

مسلمانوں میں چاہے کتنا اختلاف ہو جائے، چاہے ان کے کتنے فرقے بن جائیں اُمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی رہے گی۔ اِسی وجہ سے ہم باوجود حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہنے کے اپنے آپ کو آپؐ کی اُمت نہیں کہتے۔ ہمارے بچوں تک سے پوچھو تو وہ کہیں گے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہوں۔ مسیح موعود کی جماعت میں سے ہوں۔ ہم عیسائیوں اور یہودیوں کو اُمت نہیں کہتے۔ عیسائی اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اُمت تھے۔ اب وہ اُمت نہیں رہے۔ اب وہ جماعت بھی نہیں رہے۔ وہ ایک طائفہ ہیں، گروہ ہیں، حزب ہیں، اُمت نہیں۔ کیونکہ کوئی اُمت صرف اُس وقت تک اُمت کہلاتی ہے جب تک اُس میں اتحاد ہو۔ اُمت اُس وقت تک اُمت کہلاتی ہے جب تک وہ امام کے گرد چکر کھاتی ہو۔ اُمت اُس وقت تک اُمت کہلاتی ہے جب تک وہ خاص مقاصد لے کر کھڑی ہوئی ہو۔ اُمّ کے معنی خاص مقصد کے ساتھ چلنے کے بھی ہیں۔ اور اُمت وہی کہلاتی ہے جو کسی خاص مقصد کو لے کر کھڑی ہو، اس میں نظم ہو، وہ کسی مرکزی نقطہ کے گرد چکر کھا رہی ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو مقصدِ تبلیغ کو لے کر کھڑے ہوں۔ ان کا عمر بھر یہی کام ہو کہ وہ ایک نظام کے ماتحت رہیں۔ لیکن یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آپ لوگوں کو اِدھر اُدھر بھیج رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تم فلاں جگہ پر جاؤ اور انہیں اسلام کی تعلیم دو۔ آپ کے زمانہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آپ کے اردگرد لوگ بیٹھتے ہیں تا کہ وہ دین سیکھیں۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ وفود باہر جا رہے ہیں تا وہ دوسرے لوگوں کو اسلام کی تعلیم سکھائیں اور باہر سے وفود آ رہے ہیں تا مدینہ میں آ کر وہ اسلام کی تعلیم حاصل کریں۔ خلفاء کے وقت میں صحابہؓ جنگوں میں اُلجھ گئے اور اس طرح کی تبلیغ کے لئے وہ وقت نہ نکال سکے۔ اور ان کے بعد لوگ سستی اور غفلت کی وجہ سے اس طرف سے ہٹ گئے اور انہوں نے اپنے مقصد کو بُھلا دیا۔ چونکہ درمیان میں وقفہ پڑ گیا تھا اس لئے بعد میں آنے والے اپنے اس مقصد کو بھول گئے۔ اور وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر عمل نہ ہوا۔

اب تبلیغ جیسے عظیم الشان کام کو جاری کرنے کے لئے سلسلہ احمدیہ نے تحریک جدید جاری کی ہے تا باہر سے لوگ بلوائے جائیں جو یہاں آ کر دین سیکھیں۔ اور ان میں سے ایسے لوگ تیار کئے جائیں جو باہر جا کر لوگوں کو دین سکھائیں۔ یہی قرآن کہتا ہے کہ تم باہر کے لوگوں کو تحریک کرو کہ وہ تمہارے پاس آ کر دین سیکھیں۔ اور مرکز میں تم ایک ایسی جماعت تیار کرو جو باہر جائے اور لوگوں کو دین سکھائے۔ تحریک جدید اِن دونوں مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ تیرہ سو سال کے عرصہ میں بعد از زمانہ نبوت صحابہؓ کے وقت میں مجبوراً اور ان کے بعد مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے ہمیں یہ چیز نظر نہیں آتی۔ آج صرف ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق ہے۔ یہ کتنا عظیم الشان کام ہے۔ اس ایک کام کی وجہ سے تمہیں دوسروں پر فضیلت ہو جاتی ہے اور تمہارے مقابلہ میں کوئی اَور ٹھہر نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مصری لوگ اگرچہ ہم سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ ہمارے ساتھ اُن کے تعلقات قائم نہیں اور اس وجہ سے وہ عام طور پر ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن متواتر کچھ عرصہ کے بعد مصری اخبارات میں ایسے مضامین نکلتے رہتے ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ 1300 سال تک کسی نے وہ کام نہیں کیا جو آج جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ حال ہی میں چودھری ظفر اللہ خان صاحب اور جماعت احمدیہ کے خلاف مصر کے مفتی اعظم نے فتویٰ دیا ہے۔ ایک شخص نے اپنے اخبار میں اس کے متعلق ایک مضمون لکھا۔ مگر ایک طرف وہ اس فتویٰ کی تائید کرتا ہے اور دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ دنیا میں ایک واحد جماعت ہے جو تبلیغ کا کام کر رہی ہے۔ اس کے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں کئی مبلغ ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں۔ اگرچہ اُس نے جھوٹ کو عظمت دی ہے لیکن ساتھ ہی اُسے یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ تبلیغ صرف جماعت احمدیہ ہی کر رہی ہے۔ اور یہ ایک فضیلت ہے جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دوسرے مسلمانوں پر دی ہے۔ اور یہ فضیلت ایسی ہے کہ لوگ اس کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔

اب احراری شور مچا رہے ہیں کہ مسلمان ایک کروڑ روپیہ چندہ دیں تا مبلغ تیار کئے جائیں اور یہ مبلغ دوسرے ممالک میں جا کر احمدیوں کے خلاف پروپیگنڈا کریں۔ مگر یہ لوگ اپنے گھر کیا کر رہے ہیں؟ اس کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جنرل نجیب جو موجودہ مصری حکومت کا ہیڈ ہے اعلان کرتا ہے کہ مسلمانو! تم خدا کے لئے ہماری اس بات میں مدد کرو کہ ہم لوگوں کو بتائیں کہ اسلام نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا مذہب ہے، وہ جبر نہیں کرتا۔ اَور ملکوں کے لوگ

تو اس طرح چل رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں مسلمان ہمارا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہمارا مبلغ باہر جائے گا تو وہ کہے گا کہ اسلام میں بے شک جہاد ہے لیکن جہاد کے معنی دفاع کے ہیں۔ اب کون احمق ہوگا جو کہے کہ تمہارے ملک پر حملہ ہو جائے تو تم لڑائی نہ کرو۔ کون احمق ہوگا جو اس بات کی تردید کرے گا۔ کون ایسا شخص ہوگا جو کہے گا کہ تم پر چاہے ظلم ہو رہا ہو لیکن تمہارے مذہب کو لڑائی کی تعلیم نہیں دینی چاہیے تم ظلم ہونے دو۔ اگر کوئی مذہب کہتا ہے کہ جب تم پر ظلم ہو، جب تمہارے ملک پر کوئی دوسرا حملہ کر دے تو اُس سے لڑائی کرو اور اپنے ملک کی خاطر قربانیاں دو تو ہر شخص کہے گا کہ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ مذہب کا تعلق اخلاق اور روحانیت سے ہے۔ اور اخلاق اور روحانیت یہ چاہتے ہیں کہ ظلم کو روکا جائے۔ اگر مذہب اس میں دخل دیتا ہے تو اس کا حق ہے کہ اس میں دخل دے اور کہے کہ تمہارے ملک پر کوئی حملہ کرتا ہے تو تم اُس کا مقابلہ کرو۔ اگر تم یہ لڑائی ملک کے بچانے کی خاطر کرتے ہو تب بھی ثواب کے مستحق ہو گے۔ اور اگر مذہب کے بچانے کے لئے لڑائی کرتے ہو تو اَور بھی زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے کہ امریکہ، انگلستان، جرمنی، فرانس، انڈونیشیا، چین اور جاپان غرض کوئی ملک بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ جو شخص بھی کہے گا کہ چاہے تم پر حملہ ہو تم دوسرے سے نہ لڑو۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ اگر تم پر حملہ ہو جائے تو تم دشمن سے لڑو گے یا نہیں؟ اگر روس پر حملہ ہوگا تو کیا روسی یہ کہیں گے کہ ہم تو صلح پسند ہیں ہم نہیں لڑیں گے؟ اگر کوئی ہم سے کہے گا کہ تمہاری تعلیم اچھی نہیں ہے کیونکہ وہ لڑائی کا حکم دیتی ہے تو ہم اُس سے دریافت کریں گے کہ اگر دشمن تم پر حملہ کر دے تو کیا تم اس سے لڑو گے یا نہیں؟ وہ فوراً کہے گا ہاں ہم اُن سے لڑیں گے۔ تو ہم اُس سے کہیں گے کہ یہی حکم ہمارا مذہب دیتا ہے اور یہ حکم فطرت کے عین مطابق ہے۔

جہاد صرف ایک دنیوی چیز کو مذہبی تائید حاصل ہونے کا نام ہے۔ اگر کوئی دشمن ملک پر حملہ کر دیتا ہے اور لوگ اُس کا دفاع کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کہتا ہے تمہارا ایسا کرنا صرف فطرت کا تقاضا ہی نہیں خدا تعالیٰ بھی اُسے پسند کرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک دنیوی فعل کو تقدیس دے دی ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو کھانا کھلاتا ہے یہ ایک دنیوی فعل ہے۔ لیکن اگر وہ ایک یتیم کو کھانا کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اس فعل کو تقدیس دے دیتا ہے کہ وہ ایک یتیم کو کھانا کھلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ہے۔ پس کھانا ایک ہی ہے لیکن

خدا تعالیٰ نے ایک کھانے کو تقدیس دے دی ہے۔ اِسی طرح لڑائی ایک ہی ہے اور ہر ملک لڑتا ہے لیکن اگر مذہب پر حملہ ہو تو اُس وقت شریعت اس لڑائی کو تقدیس دے دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اب خدا تعالیٰ بھی تمہاری مدد کرے گا، جو شخص اس لڑائی میں مارا جائے گا وہ شہید ہوگا اور جو شخص پیٹھ پھیرے گا وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرے گا۔ اس کا نام جہاد ہے۔ لوگ سفر کرتے ہیں اور ہمیشہ کرتے ہیں۔ حج بھی ایک سفر ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اسے تقدیس دے دی ہے۔ لاہور، کلکتہ اور کراچی کے سفروں کو تقدیس نہیں دی۔ کام ایک ہی ہے۔ سفر میں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ لوگ بیوی بچوں کو چھوڑتے ہیں۔ ریلوں اور جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ باہر رہتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ یہی حج میں ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ایک سفر کو خدا تعالیٰ نے تقدیس دے دی اور وہ حج ہوگیا۔ اور ایک سفر دنیوی اغراض کے لئے ہے اس لئے وہ سفر کا سفر رہا۔ جب ہم یہ تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں جہاد کے یہ معنی ہیں تو ہر ایک اس کی تائید کرتا ہے اور تائید کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ جو شخص تائید نہیں کرے گا وہ اپنے ملک کا غدار ہوگا۔ اگر ایک انگریز کہتا ہے کہ اگر کوئی تم پر حملہ کرے تو تم اُس کا دفاع کرو تو تم ذلیل ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ تو ہم کہیں گے کہ اگر برطانیہ پر حملہ ہو تو تم دشمن کا مقابلہ کرو گے یا نہیں؟ اگر وہ کہے گا ہم مقابلہ نہیں کریں گے تو وہ غدار ہوگا۔

اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا کوئی دشمن تھا۔ وہ بغداد کے خلیفہ کے پاس گیا اور اُسے کہا آپ امام ابوحنیفہؒ کو بلائیے۔ میں اُس سے چند باتیں پوچھوں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ وہ آپ کے دشمن ہیں۔ خلیفہ نے آپ کو بلایا۔ جب امام ابوحنیفہؒ دربار میں پہنچے تو اُس شخص نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا کہ آپ کے دادا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عہد کرے اور چند دن کے بعد اُس کے ساتھ کوئی شرط لگا دے تو یہ جائز ہوگا۔ کیا ان کے نزدیک یہ بات درست ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کہا یہ غلط ہے۔ شرط عہد کرتے ہی لگائی جائے تو درست ہوگا۔ اُس شخص نے کہا دیکھئے حضور! اِن کا آپ کے دادا کے متعلق یہ خیال ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے غلط کہا ہے۔ اِس پر خلیفہ غصہ میں آ گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا حضور یہ دوست جو اعتراض کر رہے ہیں اِن کا مذہب کیا ہے؟ اِن سے بھی دریافت فرمایئے کہ اِن کا عقیدہ ہے کہ حضور کو اپنی فوجوں پر کوئی اختیار نہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ کیا آپ

کے جرنیلوں اور افسروں نے آپ کی بیعت کی ہوئی ہے؟ خلیفہ نے کہا ہاں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں کہتا ہوں ان کی بیعت پکی ہے لیکن یہ شخص کہتا ہے کہ ان کی بیعت پکی نہیں ہے۔ کیونکہ اِس کے نزدیک بعد میں شرط لگانا جائز ہے۔ اگر آپ کے جرنیلوں اور افسروں نے آپ کی بیعت کر لی ہے لیکن گھر جا کر وہ اس کے ساتھ یہ شرط لگالیں کہ آپ کی فلاں بات مانیں گے اور فلاں نہیں مانیں گے تو ان کے نزدیک یہ درست ہے۔ اِس پر خلیفہ گھبرا گیا۔ باہر آ کر اُس شخص نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ تم تو آج مجھ کو مروانے لگے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تم بھی مجھے مروانے لگے تھے لیکن میں نے دونوں کی جان بچالی۔

واقع یہی ہے کہ اگر عہد کرنے کے بعد اس کے ساتھ بعض شرائط لگالی جائیں تو عہد ہی ختم ہو گیا۔ اِسی طرح اگر ہمارے مبلغ کسی مجلس میں جائیں اور کہیں کہ ہم جہاد کے قائل ہیں لیکن جہاد کے معنی دفاع کے ہیں۔ مثلاً ہم کسی امریکی مجلس میں جائیں اور کوئی امریکن یہ اعتراض کرے کہ آپ کا یہ عقیدہ درست نہیں تو ہم اُسے باغی ثابت کر دیں گے۔ کیونکہ اگر وہ کہے گا کہ دفاع کے لئے لڑنا جُرم ہے تو ہم کہیں گے اگر امریکہ پر حملہ ہو گیا تو کیا تم لڑو گے یا نہیں؟ اگر وہ کہے میں لڑوں گا تو ہم کہیں گے تب تو یہ ظلم نہیں رہا ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ میں نہیں لڑوں گا تو وہ ملک کا غدار ہو جائے گا۔ اِسی طرح اگر کوئی انگریز کہے گا کہ تمہارا عقیدہ درست نہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر دشمن برطانیہ پر حملہ کر دے تو کیا تم دفاعی جنگ کرو گے یا نہیں؟ اگر وہ کہے گا کہ ہم دفاعی جنگ کریں گے تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ ہم کہیں گے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن اگر وہ کہے ہم جنگ نہیں کریں گے تو وہ اپنے ملک کا غدّار ثابت ہو گیا کہ خطرہ کے وقت بھی وہ ملک کے لئے قربانی کرنے پر تیار نہیں۔

غرض کوئی ایسی قوم دنیا کی نہیں جو ہمارے اس عقیدہ پر اعتراض کرے اور پھر وہ غدار ثابت نہ ہو جائے یا جھک مار کر ہماری تائید نہ کرنے لگ جائے۔ پس ہمارے مبلغ باہر جائیں گے تو یہ تعلیم پیش کریں گے۔ لیکن احراری مبلغ کیا کریں گے؟ وہ وہاں جائیں گے تو کہیں گے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ جہاد کے معنی یہ ہیں کہ تلوار اُٹھاؤ اور ہر کوئی جو اسلام قبول نہ کرے اُسے قتل کر دو۔ اوّل تو وہ اُسے اُسی وقت ملک سے باہر نکال دیں گے۔ دوسرے اگر کوئی شخص سنے گا اور وہ اسلام کا مداح ہو گا تو وہ کہے گا میں تو اسلام پر ایمان لانے ہی لگا تھا مگر معلوم ہوا ہے کہ اسلام اتنا

گندا مذہب ہے۔ اور اگر وہ سنجیدہ انسان ہوگا اور دل سے اسلام کا مداح ہوگا تو وہ کہے گا یہ شخص ذلیل ہے جو اسلام کے متعلق غلط خیالات پھیلا رہا ہے۔ ورنہ اسلام جبر کو روا نہیں رکھتا۔ غرض یا وہ شخص ذلیل ہوگا۔ اور یا اسلام ذلیل ہوگا۔ اگر دشمن احراری مبلغ کی بات کو مان لے گا تو اسلام ذلیل ہوگا اور اگر وہ اس کی بات نہیں مانے گا تو احراری مبلغ ذلیل ہوگا۔ وہ کہے گا اسلام تو ایسا مذہب نہیں تم ہی ذلیل انسان ہو جو ایسے خیالات پھیلا رہے ہو۔

پھر ہم کہیں گے انبیاء سب معصوم تھے۔ عیسائی کہیں گے مسیح کفارہ ہوگیا اس لئے کہ وہ بے گناہ تھا اور کفارہ بے گناہ کا ہوتا ہے۔ ہمارا مبلغ کہے گا کہ انبیاءؑ سب معصوم تھے، آدمؑ بھی معصوم تھے، موسیٰؑ بھی معصوم تھے، ہارونؑ بھی معصوم تھے، یونسؑ بھی معصوم تھے، عیسیٰؑ بھی معصوم تھے۔ احراری کہے گا یہ غلط کہتا ہے۔ انبیاء سب گناہ کرتے تھے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام معصوم تھے۔ پھر دو ہی چیزیں ہوں گی۔ یا تو سننے والا کہے گا میں اسلام کو قبول کرنے والا تھا، میرا خیال تھا کہ سب انبیاءؑ معصوم تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ معصوم صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے باقی سب انبیاء گناہ کرتے تھے۔ اچھا ہوا کہ تم نے مجھے بچا لیا۔ اور اگر اس شخص میں شرافت ہوگی تو وہ اسلام پر قائم رہے گا اور کہے گا کہ تم بے حیا ہو، اسلام کی یہ تعلیم نہیں تم مسلمان کہلاتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیریکٹر پر حملہ کرتے ہو۔

غرض وہ کون سا مسئلہ ہے جس میں احراری لوگ ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہوسکیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں صداقت دی ہے کہ یہ لوگ ایک کروڑ تو کیا دس ارب روپیہ بھی جمع کر لیں تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جہاں بھی وہ جائیں گے اور جو بھی دلیل وہ دیں گے اُس کے مقابلہ میں ہماری دلیل زیادہ مضبوط ہوگی۔ ہم ان کے مقابلہ میں زیادہ سچی تعلیم پیش کریں گے اور ہر جگہ ہم ہی غالب ہوں گے نہ کہ مغلوب۔ ہمیں تو خوشی ہوگی کہ یہ لوگ اپنے مبلغ بیرونی ممالک میں بھیجیں۔ اوّل تو خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ یہ لوگ یہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ یہ تو دس کروڑ روپیہ بھی ہوگا تو کھا جائیں گے۔ لیکن اگر یہ لوگ مبلغ بھیجیں گے تو ان کا یہ اقدام ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوگا۔ ان کا مبلغ ہمارے مقابلہ میں جو مسئلہ بھی پیش کرے گا وہ اسے ذلیل کرے گا۔ مثلاً اگر وہ ہمارے متعلق یہ کہے گا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے اس لئے

ہم آپ کی ہتک کرتے ہیں تو ہم کہیں گے ہم تو آپ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ پھر بھی اگر ہم ہتک کرتے ہیں تو کیا وہ شخص آپ کی عزت کرتا ہے جو کہتا ہے کہ آپؐ نعوذ باللہ اپنی پھوپھی کی لڑکی حضرت زینبؓ کو ننگا دیکھ کر اُس پر عاشق ہو گئے تھے؟ یہ شخص تو آپ پر ایسا گندا الزام لگا کر بھی آپ کی ہتک نہیں کر رہا اور ہم ہتک کر رہے ہیں جو آپؐ کو ان تمام اتہامات سے پاک جانتے ہیں؟ آخر وہ کون سا انسان ہوگا جو ان لوگوں کی تائید کرے گا۔ ہر ایک شخص کہے گا کہ یہ شخص تو اپنے نبی کو بھی گالیاں دیتا ہے۔ عیسائیوں نے اگر کفارہ کو مانا ہے تو کم از کم انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تو گناہ سے نکالا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنے نبی پر بھی الزام لگاتا ہے۔ غرض وہ کون سی چیز ہے جس میں یہ لوگ ہمارا مقابلہ کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی ہے کہ تم تبلیغ کرو اور دوسروں کا رستہ اُس نے روک دیا ہے۔ اب یا تو وہ احمدی ہو کر تبلیغ کریں گے اور یا ایسے مسائل کو پیش کریں گے جن پر دوسرے لوگ ہنسیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ سیاسی طور پر یورپین لوگوں کو اپنی طرف کر لیں کیونکہ یورپین لوگ جتھے کی طرف جاتے ہیں۔ وہ اس بات کی پروا نہیں کریں گے کہ احمدیت کیا سچائیاں پیش کرتی ہے اور غیر احمدیت کیا کچھ اسلام کے خلاف پیش کرتی ہے۔ وہ اکثریت کی طرف ہو جائیں گے اور کہیں گے ہمیں ان سے مل کر فائدہ ہے، ان میں طاقت ہے، جتھا بندی ہے۔ لیکن احمدی تو اقلیت میں ہیں۔ لیکن جو شخص اخلاق کو مانتا ہے، مذہب کو مانتا ہے وہ کسی صورت میں بھی غیر احمدیوں کی بات نہیں مان سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں عظیم الشان موقع عطا کیا ہے۔ اگر تم اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دو گے تو تم کتنے بدقسمت ہو گے۔ پس یہ تحریک اپنے ساتھ بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اتنی بڑی اہمیت کہ تیرہ سو سال تک کسی شخص کو اس کام کی توفیق نہیں ملی جو اِس تحریک کے ماتحت کیا جا رہا ہے۔ دوسرے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ اس کام میں کوئی شخص تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یا تو اُسے احمدی ہونا پڑے گا اور یا شرمندہ ہونا پڑے گا۔ دیکھ لو! پچھلے دنوں اخبارات میں اسلام کی تائید میں بعض مضامین نکلے ہیں۔ لیکن وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کی نقل تھی۔ جن پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ گویا حضرت مرزا صاحب کا نام آئے یا نہ آئے لیکن آج اسلام وہی ہے جو آپ نے پیش کیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ گو میرے نزدیک اب ایک دور ایسا آ رہا ہے کہ غیر احمدی ہمارے

عقیدے لے لیں گے اور کفر ہم پر لگا دیں گے۔ مگر پھر نوجوانوں کا ایسا طبقہ آئے گا جو کہے گا کہ یہ تو وہی باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہی ہیں اس لئے آپ پر کفر کا فتویٰ لگانے کے کیا معنی! ان کو ماننا چاہیے۔

پس تحریک جدید خدا تعالیٰ کے فضل اور برکت سے آئی ہے اور ہر شخص کو اس میں حصہ لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے پچھلی دفعہ کہا تھا کہ یہ قحط کا زمانہ ہے مصائب اور آفات کا زمانہ ہے لیکن جس طرح ایک ماں اپنے آپ کو فاقہ میں رکھتی ہے لیکن اپنے بچہ کو فاقہ نہیں آنے دیتی۔ اِسی طرح تم بھی دین سے ماں جیسی محبت کرو۔ تم خود فاقہ کر لو لیکن دینی کاموں میں سستی نہ آنے دو۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! آج ایک بات کو دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہوئی اور میرے دل پر اس کا گہرا اثر ہے۔ یا رسول اللہ! ایک غریب عورت آج میرے پاس آئی۔ اُس کے دائیں اور بائیں دو بچے تھے۔ اُس نے میرے پاس آ کر کہا میں بھوکی ہوں مجھے کھانے کو کچھ دو۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے کہا اچھا دیکھتی ہوں۔ اگر کچھ کھانے کو ہوا تو تمہیں دیتی ہوں۔ یا رسول اللہ! مجھے سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ ملا۔ اُس عورت کا چہرہ سوکھا ہوا تھا اور اُس کے چہرے پر بھوک کی وجہ سے اضمحلال کے آثار تھے۔ میں نے اُسے وہ کھجور دے کر کہا میرے پاس یہی ایک کھجور ہے اس کے سوا اَور کچھ نہیں۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اُس عورت نے اُسی وقت دانتوں سے اُس کھجور کے دو حصے کئے۔ اور ایک حصہ ایک بچہ کو دے دیا اور دوسرا حصہ دوسرے بچے کو دے دیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اُس نے خود اسے چکھا بھی نہیں2۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبھی تو خدا تعالیٰ نے ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت رکھی ہے۔3 پس مائیں خود بھوکی رہتی ہیں۔ لیکن بچے کو بھوکا نہیں رہنے دیتیں۔ کیا ہمارا ایمان ہمیں اتنا سبق بھی نہیں دیتا کہ ہم ماؤں سے زیادہ نہیں تو ماؤں جتنی ہی خدا تعالیٰ کے دین سے محبت کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ حضرت عمرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ ہم بچوں کے لئے اتنی قربانیاں کرتے ہیں لیکن بچے ہمارے لئے کوئی قربانی نہیں کرتے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لطیف جواب دیا۔ فرمایا اس لئے کہ ہم نے بچوں کو جنا ہے بچوں نے ہمیں نہیں جنا۔

ماں باپ واقع میں بچوں کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن بچے اس کا خیال نہیں رکھتے۔

مختلف قسم کے بہانے بنا دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض بچے اپنے ماں باپ کی خدمت بھی کرتے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ خود تکلیف اٹھائیں، فاقہ کریں اور اپنے ماں باپ کو کھلائیں۔ بالعموم یہی ہوتا ہے کہ کچھ زائد بچ گیا تو دے دیا۔ اور بعض بچے تو اتنے بے حیا ہوتے ہیں کہ بچا ہوا بھی ماں باپ کو نہیں دیتے۔ پس کم سے کم ماں جتنی محبت تو ہمیں دین سے ظاہر کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ ہم سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ تو نظر نہیں آتا۔ اُس کا دین نظر آتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ماں سے زیادہ دین سے محبت کریں۔ اور اگر زیادہ محبت نہیں کر سکتے تو کم از کم ماں جتنی محبت تو کریں۔ غالباً جنگ بدر کا واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک عورت کی طرف توجہ دلائی جس کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ اپنا بچہ تلاش کر رہی تھی اُسے کوئی بچہ نظر آتا تو وہ اس کے پاس دوڑ کر جاتی۔ اُسے اٹھا لیتی اور پیار کرتی۔ پھر آگے چلی جاتی۔ یہاں تک کہ اُسے اپنا بچہ مل گیا۔ اس نے اسے پیار کیا۔ پھر اُسے لے کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اُسے یہ خیال بھی نہیں تھا کہ لڑائی ہو رہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے دیکھا اس عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ کسی اَور کا بچہ دیکھتی تو اُسے پیار کرتی اور آگے چلی جاتی۔ لیکن جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو اس نے اسے گلے لگایا، پیار کیا اور آرام سے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اسے اس بات کا ذرا بھی احساس نہ رہا کہ عرب پر تباہی آئی ہے، اس کی قوم کے بڑے بڑے جرنیل مارے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ کا کوئی گمراہ بندہ اُس کی طرف لَوٹ آتا ہے تو اُسے اِس ماں سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ 4

پس ایسا محبت کرنے والا اور چاہت دکھانے والا خدا تعالیٰ ہمیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اُس کا دین تو نظر آتا ہے۔ ہمارے دل میں دین کی محبت ماں کی محبت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اور اگر زیادہ نہیں تو ماں جتنی تو ہو۔ جس کو فاقہ تھا، بھوک لگی تھی، ایک کھجور ملی تو اُس نے چکھی نہیں بلکہ نصف نصف کر کے اپنی لڑکیوں میں بانٹ دی۔ پس بے شک یہ دن قحط کے ہیں، مصائب کے ہیں، آفات کے ہیں۔ لیکن دین کی خدمت کرنے والا بھی تو تمہارے سوا اَور کوئی نہیں۔ اگر دین کو فاقے مارو گے تو تم ہی مارو گے۔ اور اگر اسے پالو گے تو تم ہی پالو گے۔ اگر اس کی خاطر فاقہ کرو گے تو تم ہی کرو گے۔ اور کوئی قربانی کرو گے تو تم ہی کرو گے، اور کوئی نہیں کرے گا۔ اِس کا وجود خدا تعالیٰ نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ تم ہی اس کے ولی ہو، تم ہی اس کے متکفل ہو، تم ہی اس

کے مربی ہو اور تم ہی اس کے محافظ ہو۔ اس کا ولی اور محافظ تمہارے سوا اور کوئی نہیں ۔ نہ کوئی آج تمہارے سوا اسلام کی خبر پوچھنے والا ہے، نہ کوئی اس کی خاطر قربانی کرنے والا ہے، اور نہ کوئی اس سے محبت کرنے والا ہے۔ اگر تم غفلت کرو گے تو یہ مُردہ ہو جائے گا۔ اور اگر تم ہوشیار رہو گے تو یہ جیئے گا۔ اگر اس کی خاطر قربانی کرو گے تو تم کرو گے۔ لیکن یاد رکھو اگر تم دین کے لئے قربانی کرو گے تو تم بھی زندہ رہو گے۔ کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ اور اُس کے دین کی خاطر قربانی کرتا ہے خدا تعالیٰ اُسے مرنے نہیں دیتا۔ دنیا میں لوگوں پر فاقے آتے ہی ہیں، لوگوں پر مصائب اور آفات آتی ہی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر بھی فاقے آئے، مصائب آئے، آفات آئیں اور ہم پر بھی مصائب، تکالیف اور فاقے آئیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے اُن فاقوں اور آفات و مصائب میں بھی دین کی خاطر قربانی کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ ہمیں بھی اُن کی طرح نمونہ دکھانا ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کسی غرض کے لئے صحابہؓ سے چندہ مانگا۔ حضرت علیؓ باہر گئے۔ گھاس کاٹا اور اسے بیچ کر جو قیمت ملی وہ چندہ میں دے دی۔ اسی طرح ایک صحابی ایک کنویں پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر لوگوں کا پانی بھرا اور اس کی جو اُجرت ملی وہ چندہ میں دے دی۔ اُس وقت لوگ ان کی حقیر قربانی پر ہنسے۔ لیکن وہ تمسخر کی وجہ سے ہنسے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ بھی آسمان پر ہنسا۔ لیکن وہ خوشنودی کی وجہ سے ہنسا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ لوگ کیسے حقیر ہیں۔ یہ اس بات پر ناز کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دین کی خاطر مٹھی بھر جَو دے دیئے۔ اس سے وہ دنیا پر فتح حاصل کر لیں گے؟ لیکن خدا تعالیٰ بھی آسمان پر ہنسا اور اُس نے کہا یہ کمزور انسان بھی کس طرح قربانی کرتے ہیں، یہ کتنی بلند پروازی کرتے ہیں، یہ چوٹی کو پاؤں تلے رَوند کر میرے عرش پر ہاتھ مارتے ہیں ۔غرض ہنسے دونوں ہی۔ خدا تعالیٰ بھی ہنسا اور لوگ بھی ہنسے۔ لیکن ایک اعجاب کی بناء پر ہنسا اور ایک تمسخر کی وجہ سے ہنسا۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہنسی ہی پوری ہوتی ہے۔

تمہیں خدا تعالیٰ نے وہ موقع عطا فرمایا ہے جو سال دو سال میں تو کیا دوسرے لوگوں کو صدیوں میں بھی میسر نہیں آیا۔ یہ عید سینکڑوں سال کے بعد آئی ہے۔ عام عید آتی ہے تو لوگ گھروں میں خوشیاں مناتے ہیں، ان کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں لیکن تمہاری عید اور تمہارا چاند تو نرالا ہے۔ دنیا کے مصائب اور آفات تمہارے دلوں کو افسردہ نہیں کر سکتیں،

دنیا کے رنج و آلام تمہارے چہروں پر غم کے آثار پیدا نہیں کر سکتے، مخالفتیں تمہیں قربانی سے پیچھے نہیں ہٹا سکتیں۔ اس لئے کہ تمہیں وہ کچھ ملا ہے جو پچھلی تیرہ صدیوں میں دوسروں کو نہیں ملا۔ خوش قسمتی سے یہ موقع تمہیں کوئی صدیوں کے بعد ملا ہے۔ صدیاں گزر جاتی ہیں اور یہ مبارک موقع کسی کو نہیں ملتا۔ اور صدیاں گزر گئیں یہ موقع کسی کو نہیں ملا۔ یہ موقع بڑی قسمت کے ساتھ ملا کرتا ہے۔ ایک لحاظ سے دین کا ضُعف بھی انسان کے لئے طاقت کا موجب ہوتا ہے۔ ان تکالیف اور مصائب کے وقت میں وہی لوگ قربانیاں کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقرب اور محبوب ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے لئے مثال اور نمونہ بنتے ہیں، جنہیں آنی والی نسلیں فخر کے ساتھ یاد کرتی ہیں، ان کے کارناموں کو دیکھ کر وہ حسرت سے دعائیں کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ تمہیں وہ دن نصیب ہوا ہے تم اسے ضائع نہ کرو۔ تم قربانیاں کرو، دین کی خاطر ہر مصیبت اٹھاؤ اور اسلام کی خدمت کرنے میں برکت تلاش کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔

جیسا کہ ہر سال ہوتا ہے میں نے اِس سال بھی وعدوں کی آخری تاریخ 21 فروری مقرر کی ہے۔ یعنی تمام وعدے 21 فروری تک ہو جانے چاہئیں۔ سوائے پاکستان کے باہر کے ملکوں کے جن کے متعلق جلد اعلان کیا جائے گا۔ بہرحال ہر ایک احمدی کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وعدے جلسہ سالانہ سے پہلے آجائیں تا آئندہ سال کا بجٹ تیار کرنے میں سہولت ہو۔ اب چونکہ تحریک جدید ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے اگلے سال سے آگے بڑھنے کی جو پابندی تھی وہ نہیں رہے گی۔ حالات اور آمد کی تبدیلی پر وعدے میں بھی تبدیلی ہو سکے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وصیت کی طرح تحریک جدید کے لئے آمد کا کوئی جزو مقرر نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جس طرح وصیت کا چندہ آمد کے کم اور زیادہ ہونے کی وجہ سے بدل جاتا ہے۔ مثلاً سو روپے ماہوار آمد ہے تو 10 روپے چندہ وصیت ہوگا اور اگر 60 روپے آمد ہوگئی ہے تو چھ روپے ماہوار چندہ ہوگا اِسی طرح تحریک جدید میں بھی حالات کے تبدیل ہو جانے پر تبدیلی ہو سکے گی۔ اگر ایک شخص پہلے سو روپے چندہ دیتا تھا اور بعد میں اس کے حالات بدل گئے۔ مثلاً ملازم تھا ریٹائر ہو گیا تو اُس کا چندہ تحریک جدید کم ہوسکتا ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ دفتر سے خط و کتابت کرے اور خط و کتابت کے بعد چندہ کو گھٹا لے۔ یا آمد زیادہ ہوگئی ہے تو چندہ کو بڑھا لے۔ دفتر کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ

تعاون کرے۔ اور جو لوگ مستحق ہیں اور جن کی آمد کم ہوگئی ہے اور وہ اپنا چندہ گھٹانا چاہتے ہیں اُن کا چندہ گھٹا دیں۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ امید بھی رکھنی چاہیے کہ سلسلہ کا لحاظ بھی رکھا جائے۔ جہاں سلسلہ کمزور کی تائید کرتا ہے وہاں سلسلہ یہ امید بھی کرتا ہے کہ جو مالدار ہو وہ اپنا چندہ بڑھا بھی دے تا توازن قائم رہے۔ اگر بعض لوگ چندہ کم کر دیں تو بعض لوگ چندہ کو زیادہ کر دیں۔ زندہ قوموں میں یہی ہوتا ہے۔

بہرحال یہ یاد رکھیں کہ اب یہ پابندی نہیں ہوگی کہ ہر شخص ہر سال وعدہ میں کچھ زیادتی کرے۔ اگر آمد اچھی ہو جائے تو چندہ زیادہ کر دو۔ اور اگر آمد کم ہو جائے تو دفتر سے خط و کتابت کر کے اپنا چندہ گھٹا دو۔ اس میں شرم نہ کیا کرو اس سے آپ لوگ گنہگار بنیں گے۔ جب آمد کم ہو جائے تو یہ غلطی نہ کریں کہ آپ چپ چاپ بیٹھ جائیں۔ بعض لوگ آٹھ آٹھ سال سے چندہ ادا نہیں کر رہے ہوتے لیکن لکھ دیتے ہیں کہ پچھلے سال میرا پانچ سو روپے کا وعدہ تھا بعض وجوہات کی وجہ سے میں ادا نہیں کر سکا۔ اس سال میں ایک ہزار روپے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگلے سال وہ ہزار روپے بھی ادا نہیں کرتے اور ڈیڑھ ہزار کا وعدہ کر دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تم نے چندہ ادا ہی نہیں کرنا تھا تو سیدھا 10 کروڑ کا وعدہ کیوں نہ کر دیا۔ یونہی رقوم لکھ دینے سے کچھ نہیں بنتا۔ مثلاً میرا خیال ہے کہ ہمارے جلسہ سالانہ پر اتنا خرچ نہیں ہوتا جتنا حساب میں دکھایا جاتا ہے۔ ہر شخص جو سمجھتا ہے کہ جس نے بارہ کس کی حاضری مانگی ہے تو گو وہ غلطی ہو مگر اُس کے لکھے رہنے سے سلسلہ کی عظمت ہوتی ہے کیونکہ مہمانوں کی آمد زیادہ نظر آتی ہے۔ حالانکہ کام کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ صحیح اندازہ لگائیں تا کہ جلسہ کا خرچ ان غلط اعداد کی وجہ سے بڑھ نہ جائے۔ پس دفتر کے کارکن وعدوں کو چیک کر لیں۔ اگر کسی شخص کی یہ حالت ہے کہ وہ وعدہ ادا نہیں کر سکتا تو اُس کو رد کر دیا جائے۔ بعض خوشیاں جھوٹی ہوتی ہیں۔ حقیقی خوشی یہ ہے کہ انسان کو نیکی کی توفیق ملے۔ یہ نہیں کہ پانچ چھ ہزار روپیہ لکھا دے اور ادا کچھ بھی نہ کیا جائے۔ اگر حالات ٹھیک نہیں، مالی حالت کمزور ہوگئی ہے تو دفتر سے کہو کہ پچھلا چندہ معاف کر دو اور آئندہ حالات کے مطابق وعدہ کرو۔ اگر پہلے سو روپے کا وعدہ تھا لیکن وہ ادا نہیں ہوا تو اُس کی معافی لے لی جائے اور آئندہ اپنی مالی حالت کے مطابق چاہے وہ پانچ روپے ہو وعدہ لکھایا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن جماعتی طور پر یہ کوشش ہونی چاہیے کہ قدم آگے بڑھے۔ جماعت دن بدن بڑھ

رہی ہے۔ اگر جماعت کے تمام افراد اپنے فرائض کو ادا کرتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ موجودہ تحریک جسے دفترِ دوم کہتے ہیں پانچ چھ لاکھ تک پہنچ جاتی۔ لیکن بات یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد سے وعدہ نہیں لیا جاتا۔ اگر جماعت کے ہر مرد اور عورت، جوان اور بوڑھے سے وعدے لئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ تحریک کے وعدے موجودہ وعدوں سے دُگنے تگنے ہو جائیں۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے کام کو بہت کچھ وسیع کر سکتے ہیں۔''

(الفضل 17 دسمبر 1952ء)

---

1: آل عمران: 105

2: صحیح بخاری کتاب الادب باب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَ تَقْبِيْلِهٖ وَ مُعَانَقَتِهٖ

3: کنز العمال فی سنن الاقوال جزء16 حدیث نمبر 45431 کتاب الاُم الباب الثامن فِی بِرِّ الوالدین حرف النُّون بیروت لبنان 1998ء

4: صحیح بخاری کتاب الادب باب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَ تَقْبِيْلِهٖ وَ مُعَانَقَتِهٖ۔